ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

ڈاکٹر سعید احمد اور فہیم احمد صابری کے تراجم کا تقابلی جائزہ

A Comparative Review of Translations by Dr. Saeed Ahmed and Faheem Ahmed Sabri

اریبہ حفیظ
ایم۔فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر صدف نقوی
صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Areeba Hafeez
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad
Dr. Sadaf Naqvi
Chairperson Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad

Abstract:

This comprehensive review delves into the translations of renowned author Paulo Coelho's novels by two prominent Urdu translators, Dr. Saeed Ahmad and Faheem Ahmad Sabri. Dr. Saeed Ahmad, an established figure in Urdu literary circles, has successfully translated three of Coelho's novels: "Girya Bar Kinar e Darya," "Teer Andaz," and "Roshni ka Jangu." His translations are characterized by an intriguing and easily understandable style, described as inimitably easy. Employing literary translation methods, Dr. Saeed Ahmad's work stands out for its unique approach and contribution to Urdu literature.In parallel, Faheem Ahmad Sabri, emerging as a notable translator in Urdu literature, has translated several Coelho novels, including "Daryae Peidra Ke Kinara Bati Mein Ruti Rahi," "11 Minute," and "Roshni ka Jangu." Sabri's translations are praised for their smoothness and fluidity, adding a distinctive touch to the literary landscape.

Keywords: Saeed Ahmad, Faheem Ahmad Sabri, Urdu Literary Circle, Paulo Coelho, Griya Bar Kinar e Darya, literary landscape.

ترجمہ کی ضرورت سے کسی صورت بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی قوم کی ترقی کے لیے دوسری اقوام کے فکری سرمائے سے استفادہ ضروری ہے۔ یورپی اقوام نے جو ترقی کی اس میں عربی تصانیف کا خاصا عمل دخل رہا۔ اسی طرح عربی اقوام نے یونانی اور رومی علوم کے تراجم سے اکتساب کیا۔ دور حاضر میں سائنسی، فلسفیانہ اور سماجی علوم کا اکثر سرمایہ انگریزی میں موجود ہے۔ انگریزی میں موجود علمی و ادبی سرمائے سے استفادہ کرنے کے لیے تراجم سے مدد لی جا رہی ہے۔ اردو دان طبقے نے بھی بہت سے اعلیٰ معیار کے علمی و ادبی تراجم اردو میں منتقل کیے۔

انسان ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش کے لیے تقابل کرتا رہا ہے۔ تقابل کرنے کی صفت انسان کے وجود میں پنہاں ہے۔ وہ ہر چیز کو تقابل کی نظر سے دیکھتا اور اس کا موازنہ کرتا ہے۔ آج کے دور میں ہم ترقی کی جو منازل طے کر رہے ہیں اس میں تقابل کا اہم کردار ہے۔ بالکل اسی طرح زبان و ادب کی ترقی، ترویج و اشاعت میں بھی تقابلی نقطہ نظر ہمیشہ نمایاں رول ادا کرتا رہا ہے۔ لفظ تقابل کو اگر مشترکہ لغوی معنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے مراد کسی دو شے کو ایک دوسرے سامنے رکھ کر انہیں جاننا، واقفیت حاصل کرنا اور جائزہ لینے کے ہیں۔

صنف ناول ایک ایسی تخلیق ہے جس کے سحر انگیز اثر اور تعجب خیز مسرت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تخلیق کیا ہوا متن باقی دنیا کے تمام متون سے زیادہ حسین، اور معنی خیز ہوتا ہے۔ ہم اسے پوری طرح اپنی گرفت میں نہیں کر سکتے کیونکہ وہ جس قدر ٹھوس ہوتا ہے اتنا ہی پر لطف بھی ہوتا ہے۔ تخلیقی متن میں ایک ایسی چمک پنہاں ہوتی ہے جس سے قاری پر بہت کچھ منکشف ہوتا ہے لیکن وہ یہ دوسروں پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ کوئی بھی کتاب، فن یا پھر فن پارہ ہی ہو جس دن وہ مکمل طور پر سمجھ لیا گیا اس دن اس کی موت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فن پارہ اپنی طویل ترین زندگی اسی لیے گزارتا ہے کہ وہ پوری طرح کسی کی گرفت میں نہیں آتا، فن پارہ قاری کے لیے مسرت کے نئے سرچشمے پیدا کرتا ہے۔ نئی بصیرت لاتا ہے زندگی میں موجود اسرار و رموز سے لوگوں کو آشنائی دینے کی کوشش کرتا ہے اور مگر خود مکمل طور پر کھل کر سامنے نہیں آتا۔ گویا ادب ہم میں اپنی شناخت کی جو اذیت پیدا کرتا ہے وہ زندگی کے مادی راحتوں سے عظیم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کسی صورت بھی ادب و فن کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ ادب انسان کو اونچائی پر لاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تخلیقی قرب، دنیاوی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔ یہی چیز ادب کی کلید اور اساس ہیں۔ جیسے فن ادب کو زندگی بخشتا ہے بالکل اسی طرح صنف میں موجود فن اس کو حیات دائمی عطا کرتا ہے۔

دیگر اصناف کی طرح ناول بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اس کے ساتھ تمام اچھے ناول نگاروں کے ہاں نثر کے فنی لوازمات کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ ناول کا تخلیقی متن ناول کو دلچسپ بنانے کے ساتھ قاری کو متاثر بھی کرتا ہے۔ ترجمے اور اصل متن میں اکثر فرق آ ہی جاتا ہے اور کوئی خامی اور کمی رہ ہی جاتی ہے۔ ترجمے کا فن چونکہ انتہائی مشکل اور محنت طلب کام ہے ترجمہ نگار کے سامنے دو ذہن، دو مختلف زبانیں اور ایک متن ہوتا ہے۔ یعنی ایک تو خود کا اپنا ذہن، دوسرا اصل متن کے مصنف کا پھر ایک وہ زبان جس سے ترجمہ کر رہا ہے اور دوسری جس میں ترجمہ کر رہا ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں پائلو کویلھو کے ناول By the River Piedra I sat down and wept کا ترجمہ دو مترجمین نے اردو میں "گریہ بر کنار دریا" اور "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" کے عنوان سے کیا۔ "گریہ بر کنار دریا" کے عنوان سے ڈاکٹر سعید احمد نے ترجمہ کیا اور "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" کہ عنوان سے فہیم احمد صابری نے ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر سعید احمد کے ہاں ترجمہ نگاری کے فن کے بے شمار امکانات موجود ہیں اور فنی سطح پر ان کا ترجمہ بہت ہی خاص نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ منظر نگاری، پیکر تراشی، مظاہر فطرت کا بیان، روحانیت، جذبات نگاری، باطنی کم و کیف کے بیان میں تہذیب پوری طرح جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔ گریہ بر کنار دریا الہامی کیفیت کا حامل ناول ہے اس ناول میں انسان کے بعض باطنی حالتوں اور محبت کی کیفیات کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمے کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے گریہ بر کنار دریا کے موضوع میں پوری طرح مبتلا ہو کر ترجمہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل متن اور ترجمے میں گہری مطابقت موجود ہے۔ ناول کے پہلے حصے میں سے اصل متن ملاحظہ کیجئے:

"Where are we going? I asked.

To the statue of the Goddess'

But... I need to find an Inexpensive hotel

where I can stay for the night?

I'll show you one Later"(1)

اس انگریزی متن کو ملاحظہ کیجئے اس کی تیسرے سطر میں لفظ Inexpensive Hotel موجود ہے۔ جس کا ترجمہ ڈاکٹر سعید صاحب نے گریہ بر کنار دریا میں لفظ سستا ہوٹل سے کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہوں:

''ہم کہاں جارہے ہیں۔'میں نے پوچھا۔

دیوی کے مجسمے کی جانب۔'

لیکن۔۔۔میں ایک سستا ہوٹل کرنا چاہتی ہوں جہاں رات قیام کر سکوں میں تمہیں ایک ایسا ہوٹل دکھاؤں گی لیکن تھوڑی دیر بعد۔''(۲)

اب یہاں فہیم احمد صابری کے ترجمہ شدہ ناول "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" سے درج بالا انگریزی اقتباس کے ترجمے کو درج کیا جاتا ہے تا کہ جس لفظ کا غلط ترجمہ ہوا ہے اس کا تقابلی جائزہ لیا جاسکے۔

''ہم کہاں جارہے ہیں؟''میں نے پوچھا۔

دیوی کے مجسمے کے پاس۔

لیکن۔۔۔ مجھے کوئی مہنگا سا ہوٹل ڈھونڈنا ہے' جہاں پر میں قیام کر سکوں" میں تمہیں بعد میں دکھاؤں گی۔''(۳)

انگریزی متن میں لفظ Inexpensive Hotel ہے۔ڈاکٹر سعید احمد نے اس کا ترجمہ سستا ہوٹل کے لفظ سے کیا ہے جبکہ اوپر اقتباس میں موجود ہے فہیم احمد صابری نے اس کا ترجمہ مہنگا سا ہوٹل سے کیا ہے جبکہ اگر لفظ Inexpensive Hotel پر غور کیا جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس کے صحیح معنی سستا یا کم قیمت ہوٹل کے ہیں۔ اس لفظ کا درست ترجمہ سستا ہوٹل ہی بنتا ہے۔ لہذا ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمے کو درست مانا جائے گا اور فہیم احمد صابری کے اس لفظ کے ترجمے کو غلط مانا جائے گا۔ کیونکہ یہ اصل معنویت کی مکمل طور پر ترسیل نہیں کرتا۔ ترجمہ کرتے ہوئے اکثر اوقات اس طرح کی چھوٹی موٹی غلطی ہو جاتی ہے۔ فہیم احمد صابری کے مقابلے میں ڈاکٹر سعید احمد کا ترجمہ ادبی لحاظ سے بہتر ہے۔ سعید احمد کے ترجمے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی صلاحیتوں کے مالک اور ایک عبقری فنکار ہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد تجربے کرنے سے کبھی نہیں چوکتے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ترجمے کی باریکیوں پر دسترس حاصل ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد نے جدت طبع کا ثبوت پیش کرتے ہوئے پائلو کویلھو کے ناول By the River Piedra I sat down and wept جیسے ناول کا انتخاب کیا۔ اس ناول میں روحانی زبان کے استعمال نے اس ناول میں ایک نئی جان پیدا کر دی اور ناول کے مترجم سعید احمد نے بھی اس کی ترجمانی بہت بہتر انداز میں پیش کی ہے۔

ڈاکٹر سعید احمد کے ہاں جذبات نگاری کے ساتھ واقعات نگاری اور منظر نگاری وغیرہ میں اسلوب بے حد پر کشش ہے۔ مترجم نے اردو ادبی فکشن میں رعنائی بکھیر دی ہے۔ اشیاء موجودات کو بیان کرنے میں ڈاکٹر سعید احمد نے جمالیاتی آہنگ کا پاس رکھا ہے۔ گریہ بر کنار دریا سے اقتباس پیش ہے:

"اے دیوی اے آئینہ ارض 'بریڈا کہہ رہی تھی، اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ہمیں اپنی طاقت کا شعور عطا کر اور مردوں کو ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔ آسمان پر اجرام فلکی کی چمک دمک طلوع و غروب، تو ہم پر بیج اور پھل کے چکر کو عیاں کر۔"(۴)

اب اس کا ترجمہ فہیم احمد صابری کے ہاں دیکھیے تو سعید احمد اور فہیم احمد صابری کے ہاں زبان و بیاں اور لفظیات و سلاست کا واضح فرق نظر آئے گا۔ جیسا کہ اس اقتباس میں ہے

> "اے دیوی زمین کا آئینہ! برائیڈا کہے جا رہی تھی، اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ہمیں ہماری قوت کے بارے میں تعلیم دو اور مردوں کو ایسا بنا دو کہ وہ ہمیں سمجھ جائیں۔ طلوع ہوتے ہوئے، کرنیں بکھیرتے ہوئے، دمکتے ہوئے آسمانوں کو زندگی عطا کرتے ہوئے، تم ہمیں، بیج اور پھل کا بہاؤ دکھاؤ۔"(۵)

دونوں مترجمین کے ہاں اس منظر کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ دونوں کے ہاں ترکیب کی سادگی اور روانی جیسی اقدار مشترک ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو فہیم احمد صابری کے ترجمہ شدہ ناول سے درج بالا میں جو اقتباس درج ہے۔ اس کی آخری سطر "طلوع ہوتے ہوئے، کرنیں بکھیرتے ہوئے، دمکتے ہوئے آسمانوں کو زندگی عطا کرتے ہوئے تم ہمیں بیج اور پھل کا بہاؤ دکھاؤ' اس کو دیکھا جائے تو ترکیب کی صحت کے اعتبار سے الفاظ کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ البتہ ڈاکٹر سعید احمد نے اس جملے کو بڑی خوبصورت اور منفرد انداز میں اور ادبی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر سعید احمد کو جذبات نگاری پر ایسی قدرت حاصل ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں تمام الفاظ کی خصوصیت اور محاسن کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ یکساں خوبی اور سلیقہ کے ساتھ اس طرح ترجمہ کرتے ہیں کہ ہر امر واقعہ اور منظر سب کچھ بالکل حقیقت اور فطرت کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔

> "اپنے خوابوں کا تعاقب کرو اپنی زندگی بدلو، صراطِ مستقیم پر چلو جو خدا تک لے جاتا ہے، اپنے معجزات دکھاؤ، شفا بخشو، پیشن گوئی کرو، اپنے محافظ فرشتے کی بات سنو، خود کو منقلب کرو، جنگجو بنو اور اچھی جنگ کے لیے خود کو داؤ پر لگانے میں خوشی محسوس کرو خطرات مول لو۔"(۶)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوبصورتی اور خود اعتمادی کے ساتھ منزل کی طرف بڑھنے کا درس دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد اس وجدانی زبان کو بڑے اچھے انداز میں سامنے لائے ہیں۔ جس میں انہوں نے معنویت کا ادراک حاصل کر لیا ہے بالکل اسی طرح ڈاکٹر سعید احمد جذبات نگاری کی ترجمانی کے ساتھ اتنا بلند تخیل بھی رکھتے ہیں کہ مشکل بیان میں بھی نیا پہلو تلاش کر لیتے ہیں کہ قارئین حیرت انگیز مسرت محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر سعید احمد جذبات اور احساسات کے ساتھ ساتھ انسان کی اعلیٰ قدروں کو اپنے تراجم میں اس طرح شامل کرتے ہیں کہ ان کا ترجمہ طبع زاد معلوم ہوتا ہے۔ مترجمین کے ہاں جو تصویر کشی، منظر نگاری، کیفیت اور شدت تاثیر وغیرہ سے جو سماں بنتا ہے وہ بہت فرحت بخش ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ تراجم جن صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں وہ دل پر نقش ہو جاتے ہیں۔ دیکھیے کہ ڈاکٹر سعید احمد نے محبت کے بعد کی کیفیات کو کس قدر موثر جمالیات کے ساتھ بیان کیا ہے:

> "میں اس سے پہلے بھی محبت کر چکی ہوں۔ یہ ایک نشے کی مانند ہے۔ سب سے پہلے یہ ایک مکمل سپردگی کی بشاشت عطا کرتی ہے۔ اگلے دن آپ کو مزید طلب ہوتی ہے۔ آپ ابھی اس کے عادی نہیں ہوتے لیکن آپ اس ہیجان کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔ آپ کو لگتا ہے کہ آپ کو ابھی چیزوں پر

قابو ہے۔ آپ جس شخص سے محبت کرتے ہیں پہلے دو منٹ اس کے بارے میں سوچتے ہیں اور اگلے تین گھنٹے میں اس کو فراموش کر دیتے ہیں۔ لیکن جب آپ اس شخص کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس پر مکمل انحصار کرنے لگتے ہیں تو آپ اس شخص کے بارے میں تین گھنٹے سوچتے ہیں اور صرف دو منٹ غافل رہتے ہیں۔"(۷)

ناول میں اگرچہ مختصر کردار موجود ہیں لیکن جس طرح ناول نگار نے ان کرداروں کو تخلیق کیا ہے اور ان کی مختلف اشکال پیش کی، ان کے جذبات و احساسات اور حرکات و سکنات کی ترجمانی کی مترجم نے بھی اسے پوری جزئیات کے ساتھ بیان کر کے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد جذبات نگاری کے حوالے سے قادر الکلام مترجم ہیں پلر کے کردار کے خصائل و شمائل کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ وہ اپنے ترجمے میں ایسی تاثیر پیدا کر دیتے ہیں کہ جب قارئین اس ترجمے کو پڑھتے ہیں تو ان کے خود کے جذبات کی ترجمانی ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر سعید احمد نے اپنے ترجمے میں جدت و ندرت کی جو وسعت پیدا کی ہے اس سے انہیں اعلیٰ درجے کا مترجم قرار دیا جا سکتا ہے۔

"گریہ بر کنار دریا" میں اردو کی تمام خوبیاں گھل مل گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے انہیں مترجمین میں اہم مقام حاصل ہے۔ ان میں خالص جذباتیات کی روح موجود ہے جو اصل متن کے بہت قریب لے جاتی ہے۔ ایسی ہی خصوصیات ہوتی ہیں جو ترجمے کو منفرد اور خوبصورت بنا دیتی ہیں۔ جس منفرد انداز میں ڈاکٹر سعید احمد نے ترجمہ پیش کیا ہے وہ قارئین کی سماعتوں کو خود ہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ان کا انداز بیان خود بخود قاری کی سماعتوں کو اپنی طرف لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمے میں موجود وجدانی زبان پر قاری کو سماعت میں ہر لفظ پر چوکنا رہنا نہیں پڑتا۔ ترجمہ سماعتیں خود ہی اپنی طرف لاتا ہے۔ ناول میں ایسا سلوب بیان اپنایا گیا ہے کہ بالکل آسان الفظ سے ایک نئی فضا جاگ اٹھتی ہے۔ ایک تخلیقی تجربے کو جب دوسرے تخلیقی تجربے میں بدلا جاتا ہے تب ہی یہ فضا قائم ہوتی ہے۔ ہر تخلیقی تجربے میں تخلیق کرنے والے کی ذاتی کیفیات بھی شامل ہوتی ہیں اور ہر تخلیق کار اپنا اس حوالے سے الگ ذاتی ادراک رکھتا ہے۔ مترجم تخلیق کار کی ان کیفیات کو بالکل اسی طرح دوسری زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اکثر اوقات کچھ کمی بیشی رہ جاتی ہے اصل متن ملاحظہ کیجئے:

"You know what I'm talking about.

I saw how he was looking at you.

He loves you!

This woman was really nuts!

That's why I asked you to come with me – because he is

Important"(8)

ڈاکٹر سعید احمد نے گریہ بر کنار دریا میں جو ترجمہ کیا ملاحظہ کیجئے:

"تم جانتی ہو میں کس کی بات کر رہی ہوں۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ تمہیں کس طرح دیکھ رہا تھا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ یہ عورت واقعی معما تھی۔ اسی لیے میں نے تمہیں اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ کیونکہ وہ بہت اہم ہیں۔"(۹)

ترجمے کا کام سخت محنت طلب کام ہے جس کو سرانجام دیتے ہوئے اکثر غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح فہیم احمد صابری کے ترجمے کو اگر دیکھیے تو اصل متن سے ترجمہ کرتے ہوئے ان سے بھی یہ غلطی ہوئی ہے کہ کچھ الفاظ کا ترجمہ انہوں نے نہیں کیا مثلاً درجہ بالا اصل متن کے اقتباس کا ترجمہ دیکھیے:

> "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے، میں کس حوالے سے گفتگو کر رہی ہوں۔ میں نے اس کو دیکھا، کن نظروں سے وہ تمہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ آنے کو کہا کیونکہ وہ اہمیت کا حامل ہے۔"(۱۰)

یہاں غور کیا جائے تو اصل متن میں ایک سطر موجود ہے. This woman was really nuts. اس کا ترجمہ ڈاکٹر سعید احمد نے "گریہ بر کنار دریا" میں 'یہ عورت واقعی معما تھی' سے کیا ہے لیکن اس کے برعکس اگر فہیم احمد صابری کے ترجمے "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" میں دیکھا جائے تو اس جملہ کا ترجمہ انہوں نے چھوڑ دیا ہے ایسے چھوٹی چھوٹی چیزیں ناول کے ترجمے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مترجم جس زبان سے ترجمہ کر رہا ہے اور جس میں کر رہا ہے دونوں میں جملہ قواعد انشاء پردازی اور صرف و نحو دونوں پر مکمل عبور رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک زبان پر عبور رکھنے والے عالم سے زیادہ مترجم کے علم اور زبان دانی کی ریاضت زیادہ ہوتی ہے۔ ترجمہ نگار کو ترجمہ کرتے ہوئے اپنے بہت سے خیالات و احساسات کو حذف کرنا پڑتا ہے اور وہی خیالات و احساسات شامل کرنا پڑتے ہیں جو مصنف کے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمے میں مناظر کے متعلق سے قارئین چشمہ تصور میں فطرت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اس قدر دقیق انداز میں جزئیات نگاری کی ہے کہ مناظر جادواں ہو کر سامنے موجود ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مترجم کردار کے کس جذبے کو اہمیت دے رہا ہے اور اس میں کس جذبے کو وہ اپنی عرفان ذات میں ضروری خیال کرتا ہے۔ کردار کی زندگی کی جتنی بھی شبیہات اور نقوش ذہن پر نقش ہوتے ہیں وہ اس کی زبان اور محاورے سے اس کے احساس و فکر سے پیدا ہوتے ہیں۔ مترجم کی اپنی تخلیقی صلاحیت تجدید کرتے ہوئے اس میں دوسرے معنی تلاش کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمہ شدہ ناول گریہ بر کنار دریا میں چند ایک جھلکیاں دیکھیے:

> "آتش دان میں آگ کے بھڑکنے اور لکڑیوں کے تڑخنے کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ یہ ایک اتفاقی مطابقت ہو سکتی تھی لیکن مجھے یوں لگتا تھا جیسے راہب ایک ایسے علاقے میں داخل ہو رہا تھا جس کے متعلق میں کچھ نہ جانتی تھی اور وہ ہر عنصر پر اپنا اثر چھوڑ رہا تھا۔ آگ کی ہر چٹاک اس عورت کو اور مجھے ہڑبڑا رہی تھی لیکن پادری نے اس پر کوئی توجہ نہ کی۔ وہ کامل یکسوئی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ مریم کنواری کے آلہ کار کے طور پر، جیسا کہ اس نے خود کہا تھا۔ وہ کوئی اجنبی زبان بول رہا تھا اور اس پر الفاظ کی یورش ہو رہی تھی۔"(۱۱)

ڈاکٹر سعید احمد کے ہاں ترجمہ نگاری جذبات کی سطح پر اہم تخلیقی تجربہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے ترجمہ شدہ متن میں استعارات و تشبیہات اور مختلف مقام پر تلمیحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ بعض مقامات پر ان میں علم بیان اور علم بدیع کی بدولت ترجمے میں زیادہ اثر آفرینی آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے نثر میں ادبیت کی شان بھی شامل ہو گئی ہے۔ جس طرح استعارہ، تشبیہ وجدانی زبان کا جوہر ہے اور تشبیہ کے لطیف ترین صورت استعارہ ہے اور اس طرح استعارہ کی یہ صورت مجاز مرسل اور کنایہ ہے تحریر و تقریر میں ان

کی شمولیت تاثراتی گہرائی پیدا کرتی ہے۔ "گریہ بر کنار دریا" میں متعدد استعارات اور تشبیہات کے نمائندہ الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ جو کہ ڈاکٹر سعید احمد کے فنی ترجمہ کاری کا فنی سرمایہ ہے۔

> "میری تمثیل شام کے رومانس کے ساتھ لگانہ کھاتی تھی۔ شراب، کنواں اور چوک کے عہد قدیم کے گھر لیکن یہ بات درست تھی کہ اگر وہ اپنے بہت سے اعمال کی بنیاد محبت پر رکھنا چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہونا چاہیے کہ اس راہ کے خطرات کیا ہے۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زیادہ دیر تک اس موضوع پر، محبت کی طغیانیوں سے متعلق گفتگو سے اجتناب کر رہا تھا۔ میں مشکل سے دوچار تھی اور کوئی چارہ نہ تھا۔"(۱۲)

یہاں پر پلر کے کردار میں محبت کی جو کیفیات کا بیان ہے ان کے خیالات اور مظاہر قدرت کے بیان میں مترجم نے اپنے ترجمے میں علم بیان سے خوب کام لیا ہے۔ ترجمہ رواں ہونے کے ساتھ اس میں مصنف کے خیالات کی خوبصورت عکاسی پیش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد ان مترجمین میں سے ہیں جو ترجمے کے فن کے تمام اسرار و رموز پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کون سے عوامل ہیں جو ترجمے کو اصل متن جتنا عظیم بنا سکتے ہیں اور کس طرح سے ایک ترجمہ آفاقی وسعتوں کا حامل ہو سکتا ہے۔ ان کا ادراک و شعور ڈاکٹر سعید احمد کے ہاں موجود ہے۔ اسی طرح فہیم احمد صابری کے ہاں بھی ہمیں یہ چیز نظر آتی ہے البتہ سعید احمد کے ہاں دیکھا جائے تو وہ جس الفاظ کو اپنے ترجمے میں استعمال کرتے ہیں ان کا جواز پیش کرتے ہیں۔ ان کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف ٹیبل ورک یا تجربے کا حامل ہی نہیں بلکہ یہ ان میں زبان و بیاں کا شعور اور وجدان بھی شامل ہے۔ ان کے تراجم میں ہمیں مترجم کی ذات کا داخلی منظر بھی دکھائی دیتا ہے اور فن کی وہ پختگی بھی جو اردو مترجمین استادوں کے ہاں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ ترجمے میں لفظ کا صحیح استعمال ہی ترجمے کو فصیح یا غیر فصیح بناتا ہے "گریہ بر کنار دریا" میں فصاحت بھی ہے اور بلاغت بھی۔ ڈاکٹر سعید احمد کی ترجمہ نگاری کی ایک خاص خوبی سلاست اور روانی بھی ہے اور یہی خوبی انہیں دیگر مترجمین سے ممیز و ممتاز بھی کرتی ہے۔ سلاست روانی کے حوالے سے سعید احمد صاحب کے دو اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "کبھی کبھار اداسی کے ایسے احساسات، ہم پر غلبہ پا لیتے ہیں جن پر ہمارا اختیار نہیں ہوتا۔ اس نے کہا: ہمیں لگتا ہے کہ اس دن کا 'طلسماتی لمحہ' گزر چکا ہے اور ہم اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ زندگی اپنے طلسم کو چھپاتی ہے اور یہی فن ہے۔"(۱۳)

دوسرا اقتباس ملاحظہ کیجیے

> "ہم دونوں ہنسنے لگے۔ میں پہلے سے زیادہ مطمئن تھی۔ میں نے یہاں آتے ہوئے دورانِ سفر میں وحشیانہ سوچوں کو پلٹ کر دیکھا اور جب ہم اس پہاڑ کی چوٹی سے گزرے جو فرانس کو اسپین سے علاحدہ کرتا ہے تو میں دعا گو ہوئی کہ اے خدا! میری روح کو حزن و ملال سے پاک کر دے۔"(۱۴)

دونوں اقتباسات میں جو چیز قدر مشترک کا درجہ حاصل کرتی ہے وہ زبان و بیان کی سادگی، سلاست اور روانی ہے۔ دونوں اقتباس بلکہ پورے گریہ بر کنار دریا میں ہمیں سلاست اور روانی کے لحاظ سے کہیں بھی کسی بھی قسم کا کوئی سکم نظر نہیں آتا۔ ترجمے میں زبان کی سادگی اور سلاست کے ساتھ تر و تازگی موجود ہے اور ایسے الفاظ شامل نہیں جو قاری کے لیے خار پن بنے اور قاری کو لغت کی طرف رجوع کرنا پڑا ہو۔ منظر نگاری کے بیان میں بھی سادگی اور سلاست کو قائم رکھا گیا ہے۔ ترجمے کے کم و بیش یہی اوصاف فہیم احمد

صابری کے ناول "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" میں بھی نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے ترجمے میں ادبیت کی تمام خصوصیات نہیں ملتی۔ کچھ مقامات پر ترجمہ اس طرح سے کیا گیا ہے جیسے اصل متن سے چیزوں کو انتہائی کھول کر بیان کر دیا گیا ہو۔ "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

> "پہاڑ خوبصورت ہیں۔ کوئی بھی شخص جو ان پر غور کرتا ہے، ان کی تخلیق کی عظمت پر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سے کس قدر محبت کرتا ہے، وہ اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ لیکن ان کا کام صرف شہادت دینا ہے۔ وہ دریاؤں کی مانند نہیں ہیں، جو بہتے ہیں اور اپنے ارد گرد کی ہر چیز کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔"(۱۵)

اسلوب بیان اگر دلچسپ، عام فہم اور سہل ممتنع کا حامل ہو تو اس میں حد درجہ کشش آجاتی ہے اور قارئین اپنی طرف متوجہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ تحریر دیکھ کر ہی بتا دیتے ہیں کہ یہ کس ادیب کی ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد نے جو اسلوب نگارش اپنایا ہے وہ ان کی تخلیق کی پہچان بن گیا ہے۔ ان کے اندازِ بیان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ زبان و بیان میں عامیانہ پن وارد نہیں ہونے دیتے اور زبان میں برتری قائم رکھنے کے لیے روزمرہ کے اسلوب بیان کا سہارا لیتے ہیں۔ ترجمہ چونکہ سخت تھکا دینے والا کام ہے وہاں وہ مترجمین سے بھی کچھ غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں یہاں ایک مثال درج ہے جس میں اصل متن سے اس جملے کا ترجمہ پیش نہیں کیا گیا۔ پہلے اصل متن ملاحظہ کیجئے:

> "Hey hold up a minute'!
>
> He stopped singing immediately. Quick steps echoed on the damp pavement behind us. Let's get out of here, he said, grabbing my arm. wait! a man shouted.'I need to talk to you."(16)

اب اس اقتباس کا ترجمہ دیکھیں جس میں آخری سطر Let's get out of here, he said, grabbing my arm. کا ترجمہ موجود نہیں ہے۔

> "ارے ایک منٹ رکیے، اس نے فوراً گانا بند کر دیا۔ ہمارے پیچھے پختہ راستے پر تیز تیز قدموں کی چھاپ ابھری۔۔ رکو ایک آدمی نے چلا کر کہا۔ میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"(۱۷)

بہت کم تعداد میں ایسے ادب نویس ہوتے ہیں جو کھلے دل کے ساتھ اپنی کمی کوتاہی کو مانتے ہیں۔ اس اعتراف سے ان کی تحریر میں سچائی اور ایمانداری کی تمام صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد اس حوالے سے ایک مثال کے طور پر ہمارے سامنے آئے ہیں ڈاکٹر سعید احمد اپنے تمام اوصاف کے باوجود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس طرح ناول میں مختلف مقامات پر اشعار بھی درج ہیں جن کا ترجمہ سعید احمد نے "گریہ بر کنار دریا" میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے چند اشعار درج ذیل ہیں:

وہ پاگل تھا جس نے محبت بنائی

اک نغمہ گنگنا، اک باجا تو بجا(۱۸)

تیرا دل تارہے خوش اور بیدار(۱۹)

پریم کے پنکھ پسارو پیاری، آؤ میرے سنگ(20)

ڈاکٹر سعید احمد نے ان اشعار کو نہ صرف بڑی خوبصورتی کے ساتھ اردو میں ڈھالا ہے بلکہ اس کے ساتھ حاشیہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ ہسپانوی گیت کے الفاظ ہیں۔ اس کے برعکس اگر فہیم احمد صابری کے ترجمے کو دیکھا جائے تو انہوں نے ان اشعار کے ترجمے کو نظر انداز کر دیا ہے اور اصل متن کے الفاظ ہی درج کر دیے ہیں جو درج ذیل ہیں مثلاً:

"Son las locas que inventaron el amos"(21)

"con un poema y un trombon

a develarte el corazon"(22)

"Salgamos a volar, querida mia"(22)

اسی طرح ناول کے اصل متن میں بائبل کے آخری باب کے کچھ الفاظ درج ہیں ملاحظہ کیجئے:

"The spirit and the bride say , Come!

And let him who hear's say , come!

And let him thirsts come

Whoever desires, Let him take the water of life freely"(23)

سعید احمد نے جو خوبصورت الفاظ میں اس کا ترجمہ کیا درج ذیل ہے:

"اور روح اور دلھن کہتی ہیں کہ آ

اور جو سنتا ہے وہ بھی کہے کہ آ

اور جو پیاسا ہو وہ آئے

اور جو کوئی چاہے آب حیات مفت لے"(۲۴)

بائبل کے آخری باب کے ان جملوں کا ترجمہ ڈاکٹر سعید احمد نے کیا ہے اس نے ان کے ترجمے میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس کے برعکس فہیم احمد صابری نے ان جملوں کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ جو ان کے ترجمے کو کمزور بنا دیتا ہے۔

ترجمے میں جو چیز قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ موضوع ہے۔ پائلو کویلھو کے ناول By the river piedra I sat down and wept کا ترجمہ اگر فہیم احمد صابری کے ہاں دیکھا جائے تو انہوں نے "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" کے نام سے کیا ہے۔ اس میں ترجمے کی خصوصیات کے ساتھ زبان و بیان میں روانی اور سلاست موجود ہے۔ ناول کو موضوع کے اعتبار سے دیکھا جائے تو قارئین کو لفظ بالفظ ترجمہ ملا جیسا کہ پائلو کویلھو کے ناول کے موضوع میں موجود ہے۔ اس سے فہیم احمد صابری کا ایک اچھے مترجم ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمہ شدہ ناول کا موضوع دیکھا جائے تو وہ منفرد خصوصیت کا حامل ہے لیکن اس میں دریا کا نام موجود نہیں ہے اس کے باوجود اس میں ادبیت کے لحاظ سے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ "گریہ بر کنار دریا" کو دیگر ترجمہ شدہ ناولوں سے منفرد اور ممتاز کرتے ہیں۔ اور یہی خاصیت ڈاکٹر سعید احمد کو بحیثیت مترجم دیگر مترجموں سے ممتاز بناتی ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ڈاکٹر سعید احمد کا ترجمہ شدہ ناول "گریہ بر کنار دریا" اور فہیم احمد صابری کا ناول "دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی" دونوں ناول کا ترجمہ خوبصورت انداز میں کیا گیا ہیں۔ فہیم احمد صابری کے ناول میں جہاں روانی پائی جاتی

ہے وہی ڈاکٹر سعید احمد کا ناول "گریہ کنار دریا" ادبی لحاظ سے بہت دلکش ہیں۔ ڈاکٹر سعید احمد جدید مترجمین میں ایک نامور مترجم کے طور پر سامنے آئیں۔ انہیں ملک بھر کے ادبی حلقوں میں بہت زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ من حیث المجموع ڈاکٹر سعید احمد کے ترجمہ شدہ ناول "گریہ بر کنار دریا" میں جامع و مانع بلاغت ہے۔ اس کے علاوہ ناول میں جس روحانیت اور عیسائی مذہب کا ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد نے اس کے فکری اظہار میں انتہائی فنی مہارت سے کام لیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پائلو کویلھو، By The River Piedra I Sat Down And Wept، مترجم: ایلن آر کلارک، لندن: ہارپر کولنز، ۲۰۰۵، ص:۱۸

۲۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، گریہ بر کنار دریا، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۱۹، ص:۲۱

۳۔ پائلو کویلھو، مترجم، فہیم احمد صابری، دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی، فیصل آباد، رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۳۴

۴۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ۲۰۱۹، ص:۲۲

۵۔ پائلو کویلھو، مترجم، فہیم احمد صابری، دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی، ص:۴۷

۶۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ۲۰۱۹، ص:۱۲۶

۷۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، 2019، ص:۵۶

۸۔ پائلو کویلھو، By The River Piedra I Sat Down And Wept، ص:۲۲

۹۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ص:۲۴

۱۰۔ پائلو کویلھو، مترجم، فہیم احمد صابری، دریائے پائڈرا کے کنارے بیٹھی میں روتی رہی، ص:۵۰

۱۱۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ص:۱۱۵

۱۲۔ ایضاً، ص:۵۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۹

۱۴۔ ایضاً، ص:۵۰

۱۵۔ پائلو کویلھو، مترجم، فہیم احمد صابری، ص:۲۰۶

۱۶۔ پائلو کویلھو، By The River Piedra I Sat Down And Wept، ص:۳۸

۱۷۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ص:۳۶

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۵

۱۹۔ ایضاً، ص:۳۵

۲۰۔ ایضاً، ص:۳۶

۲۱۔ پائلو کویلھو، By The River Piedra I Sat Down And Wept، ص:۶۹

۲۲۔ ایضاً، ص:۶۹

۲۳۔ ایضاً، ص:۷۰

۲۴۔ ایضاً، ص:۶۸

۲۵۔ پائلو کویلھو، مترجم، سعید احمد، ڈاکٹر، ص:۶۱

References in roman script

1. Paulo Coelho, By The River Piedra I Sat Down And Wept, Translator: Aellan R. Clark, London: Harpar Collins, 2005, P:18
2. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, Faisalabad: Misaal Publishers, 2019, P:21
3. Paulo Coelho, Translator: Faheem Ahmad Sabri, Darya-e-Paidra Kay Kinare Bethe Mai Roti Rahi, Faisalabad: Romail House of Publications, 2019, P:34
4. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya,P:22
5. Paulo Coelho, Translator: Faheem Ahmad Sabri, Darya-e-Paidra Kay Kinare Bethe Mai Roti Rahi,P:47
6. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, P:126
7. Ibid, P:56
8. Paulo Coelho, By The River Piedra I Sat Down And Wept, Translator: Aellan R. Clark, London: Harpar Collins, 2005, P:22
9. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, , P:22
10. Paulo Coelho, Translator: Faheem Ahmad Sabri, Darya-e-Paidra Kay Kinare Bethe Mai Roti Rahi, P:50
11. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, P:115
12. Ibid, P:57
13. Ibid, P:29
14. Ibid, P:50
15. Paulo Coelho, Translator: Faheem Ahmad Sabri, Darya-e-Paidra Kay Kinare Bethe Mai Roti Rahi, P:206
16. Paulo Coelho, By The River Piedra I Sat Down And Wept, P:38
17. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, P:36
18. Ibid, P:35
19. Ibid, P:35
20. Ibid, P:36
21. Paulo Coelho, By The River Piedra I Sat Down And Wept, Translator: Aellan R. Clark, London: Harpar Collins, 2005, P:69
22. Ibid, P:69

23. Ibid, P:70
24. Ibid, P:68
25. Paulo Coelho, Translator: Saeed Ahmad, Dr., Girya Barkinar Darya, P:61